نصاب سازی کا طریقہ کار اور اس کی فکری و نظریاتی بنیادیں

ڈاکٹر نیاز محمد

ڈائریکٹر سینٹر فار ریلیجس سٹڈیز،
کوہاٹ یونیورسٹی

نصاب سازی کے حوالے سے یہ عنوان در حقیقت اپنے اندر دو موضوعات لیے ہوئے ہے کیونکہ عنوان کا پہلا حصہ نصاب سازی کا طریقہ کار اور دوسرا حصہ نصاب کی فکری و نظریاتی بنیادوں کی نشاندہی ہے۔

نصاب کی فکری و نظریاتی بنیادوں پر گفتگو فلسفیانہ بحث ہے جب کہ موضوع کا پہلا حصہ ''نصاب سازی کا طریقہ کار'' اسی فلسفیانہ بحث کی اطلاق، عملیت اور وجود خارجی کی بحث ہے۔

ہم یہ جانتے ہیں کہ نصاب حصول علم یعنی ادراکِ حقیقت کا ایک رسمی وسیلہ ہے، اگر ہماری اس ادراک کا ذریعہ نظر (observing) ہو، جو حواس خمسہ ظاہرہ کے نتیجے میں حاصل ہوتا ہے، تو اس سے علم و نصاب کی نظری بنیاد تشکیل پائے گی، اور اگر ہماری اس ادراک کا ذریعہ تدبر، اور تعقل (thinking) ہو تو یہ علم و نصاب کی فکری بنیاد ہو گی۔ قرآن مجید جگہ جگہ ہمیں نظر، تدبر اور تفکر کی تلقین کرتا ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسانی نظر (observing) کی بنیاد پر حاصل ہونے والا علم کبھی کبھی خطا بھی کر جاتا ہے اور اسی طرح عقل و فکر بھی جائز الخطا ہے کیونکہ اگر مقدمات میں فساد ہو تو نتائج بھی فاسد ہی حاصل ہوں گے لہٰذا ان دونوں علمی بنیادوں کے ساتھ ساتھ قرآن ایک اور ذریعہ کی طرف بھی جابجا تاکیدی اشارے کرتا ہے جسے ہم وحی کا عنوان دیتے ہیں۔

نصاب کی اسلامی فکری و نظری بنیادوں کی فلسفیانہ بحث کو قدرے آگے بڑھائیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ قرآن (وحی الٰہی) نے ایک سے زائد عالموں کا تصور پیش کیا ہے۔ عصر حاضر کے بیش تر تعلیمی نظاموں میں نصابوں کی بنیادیں صرف مادہ، حرکت اور زمان و مکان سے معمور عالم طبعیت یا عالم ناسوت کے امور پر اٹھائی جاتی ہیں۔ قرآن مجید نے شجر و حجر، بر و بحر، جبال و بلاد اور تمام مخلوقات میں غور و فکر اور تدبر کا حکم دے کر تعلیم و تعلم یا نصاب میں عالم محسوس یا تدبیر دنیا کی فکری بنیادوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ اسلامی لٹریچر میں اس عالم ناسوت سے قریب تر عالم برزخ، اور آگے بڑھ کر ایک اور عالم ''عالم مثال و ملکوت'' کا تصور بھی ملتا ہے جو حرکت اور زمان و مکان کی قید سے آزاد عالم ہے۔ عالم جبروت یعنی عالم عقول کا تصور بھی ہے جو عالم ملکوت سے برتر ہے اور ان سب سے ماوراء عالم لاہوت یا الوہیت کا تصور تو بہت واضح انداز سے دیا ہے۔ یہ تمام عالم (ملکوت، جبروت اور لاہوت) ما بعد الطبعیات یا (metaphysics) کی دنیائیں ہیں۔

مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ ہمارا ملکی نظام تعلیم ثنویت کا شکار ہے، مدارس دینیہ کے نصاب کی فکری بنیاد الٰہیات و مابعد الطبعیات پر قائم ہے جس میں ارتقاقات کے معاصر اطلاقی پہلوؤں سے صرف نظر کیا جاتا ہے جب کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم اپنی پیدائش سے موت تک ما بعد الطبعیات یا (metaphysics) کی دنیاؤں میں نہیں رہتے بلکہ عالم طبعیت و ناسوت (مادہ حرکت، زمان و مکان) کے حصار میں رہ رہے ہیں، ضرورت ہے کہ نصاب کی بنیاد جس طرح مابعد الطبعیات یا الٰہیات پر قائم ہے اسی طرح اس کی نظری بنیادوں میں عالم طبعیت کے مسائل یا شاہ ولی اللہ کی اصطلاح میں عالم ناسوت یا عالم دنیا کے تمام ارتفاقات کی تدابیر کا نظری مواد بھی لازمی طور پر مشتمل ہو کیونکہ عالم طبعیت و ناسوت کے تدابیر و ارتفاقات ہی کے لئے انسان کو خلیفہ بنایا گیا ہے اور انسان اول کو اسی کی تعلیمات اولین طور پر دی گئی تھیں۔

جدید عصری اداروں میں نصاب کی فکری بنیادوں میں الٰہیات یا مابعد الطبعیات سے صرف نظر کیا جاتا ہے اور نصاب کی تمام تر بنیاد عالم طبعیت و ناسوت کے تصورات پر رکھی جاتی ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عالم طبعیت

میں ترقی یافتہ اور برتر اقوام کے مقابلے میں اپنی ملی و قومی کم تر حیثیت کو دیکھ کر ان عصری اداروں کے فضلاء فکری اعتبار سے مغلوبیت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس طرح ملک میں دو مختلف فکری بنیادوں پر دو الگ الگ قسم کے تعلیمی ادارے قائم ہیں، عصری اداروں میں علوم دینیہ یا مابعد الطبعیات سے بیگانگی آئی اور مدارس دینیہ میں خالصتاً دینی علوم پر زور دیا جانے لگا اس وجہ سے وہ علوم طبعیہ سے لاتعلق رہے، یوں ہمارے نظام تعلیم میں وحدت نہ رہی اور وہ دو ایسی دھاروں میں تقسیم ہو گیا جو متوازی تو چلتے ہیں لیکن آپس میں ملتے کبھی نہیں اور اس کے نتیجے میں مختلف World view کے فضلاء پیدا ہو رہے ہیں۔ نصاب تعلیم کی اس فکری و نظری بنیادوں کی تفریق پر مبنی الگ الگ نصاب تعلیم کے عواقب ونتائج کا احساس اہل نظر حضرات کو شروع سے ہو چکا تھا چنانچہ بقول مولانا تقی عثمانی مدظلہ العالی: تحریک پاکستان میں حصہ لینے والے علماء کو توقع تھی کہ قدیم وجدید دونوں تعلیمی نظاموں کو یکجا کر کے ایک ایسا جدید ترین نظام تعلیم یقیناً مرتب کیا جائے گا جس (کے نصاب) میں دین و دنیا دونوں کے علوم متناسب مقدار میں جمع کر دیئے جائیں گے۔ (۱) لیکن صد افسوس! اب تک یہ آرزو ایک خواب ہی ہے۔ ایسے نصاب سازی کی طرف پیش رفت ہو جو خلافت ارض کے تصور پر قائم ہو اور جس کی فکری اور نظری بنیادوں میں صرف الدنیا جیفۃ کا تصور نہ ہو بلکہ مابعد الطبعیات، طبعیات اور ولاتنس نصیبک من الدنیا اور الدنیا مزرعۃ الاخرۃ کا اجتماعی تصور کار فرما ہو۔

نصاب سازی کا طریق کار۔

عصر حاضر کی علمی دنیا میں نصاب سازی نے باقاعدہ ایک فن کی شکل اختیار کر لی ہے، جس کے کچھ مسلمہ اصول وضوابط ہیں جن کے تحت نصاب سازی کی جاتی ہے۔ نصاب سازی میں سب سے پہلے مقاصدِ تعلیم کا تعین کیا جاتا ہے کہ ہم تعلیم سے کس قسم کے فضلاء چاہتے ہیں پھر ان عمومی مقاصد کی روشنی میں ابتدائی، ثانوی، اعلیٰ ثانوی، عالیہ اور عالمیہ مقاصد متعین کئے جاتے ہیں۔ ہر مرحلہ تعلیم کے مقاصد کے حصول کے لئے پھر ہر مضمون کے خصوصی مقاصد specific objective طے کئے جاتے ہیں اور ہر مضمون کے طے کردہ خصوصی مقاصد کی روشنی میں اس مضمون کا تدریسی مواد (course contents) تیار کیا جاتا ہے۔

دستورِ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے مطابق پرائمری سے لے کر اعلیٰ ثانوی مرحل(Higher secoundry level) تک نصاب تیار کرنے کی ذمہ داری وفاقی وزارتِ تعلیم کے شعبہ نصاب curriculum wing کے سپرد ہے، جو طے شدہ طریق کار کے مطابق ایجوکیشن ایکٹ ۱۹۷۶ء کے تحت یہ فرائض سرانجام دیتا ہے تاہم دستور میں اٹھارویں ترمیم کے نتیجے میں تعلیم کا شعبہ صوبوں کے اختیار میں دے دیا گیا ہے۔ اعلیٰ ثانوی مرحلہ سے اوپر گریجویشن اور ماسٹر سطح کے نصاب سازی کا عمل متعلقہ علاقائی پبلک یونیورسٹیز اپنے مختلف Statutory bodies یعنی بورڈ آف سٹڈیز، بورڈ آف فیکلٹی اور اکیڈمک کونسل کے ذریعہ HEC کی ہدایات کی روشنی میں طویل مشاورت کے بعد کرتی ہیں۔ تاہم اس سب کچھ کے باوجود یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ نظریاتی طور پر غیر یکسو قوم ہونے کے ناطے ہمارے سرکاری نظام تعلیم میں بھی کئی ایک امور میں عدم یکسوئی نظر آتی ہے۔ چنانچہ آج ہماری جامعات میں ایک طرف Annual system رائج ہے تو دوسری طرف متوازی طور پر Semester system بھی رائج ہے، ایک طرف سولہ سالہ نصاب تعلیم کی بنیاد پر دو سالہ بیچلر نظام ہے تو اسی کے

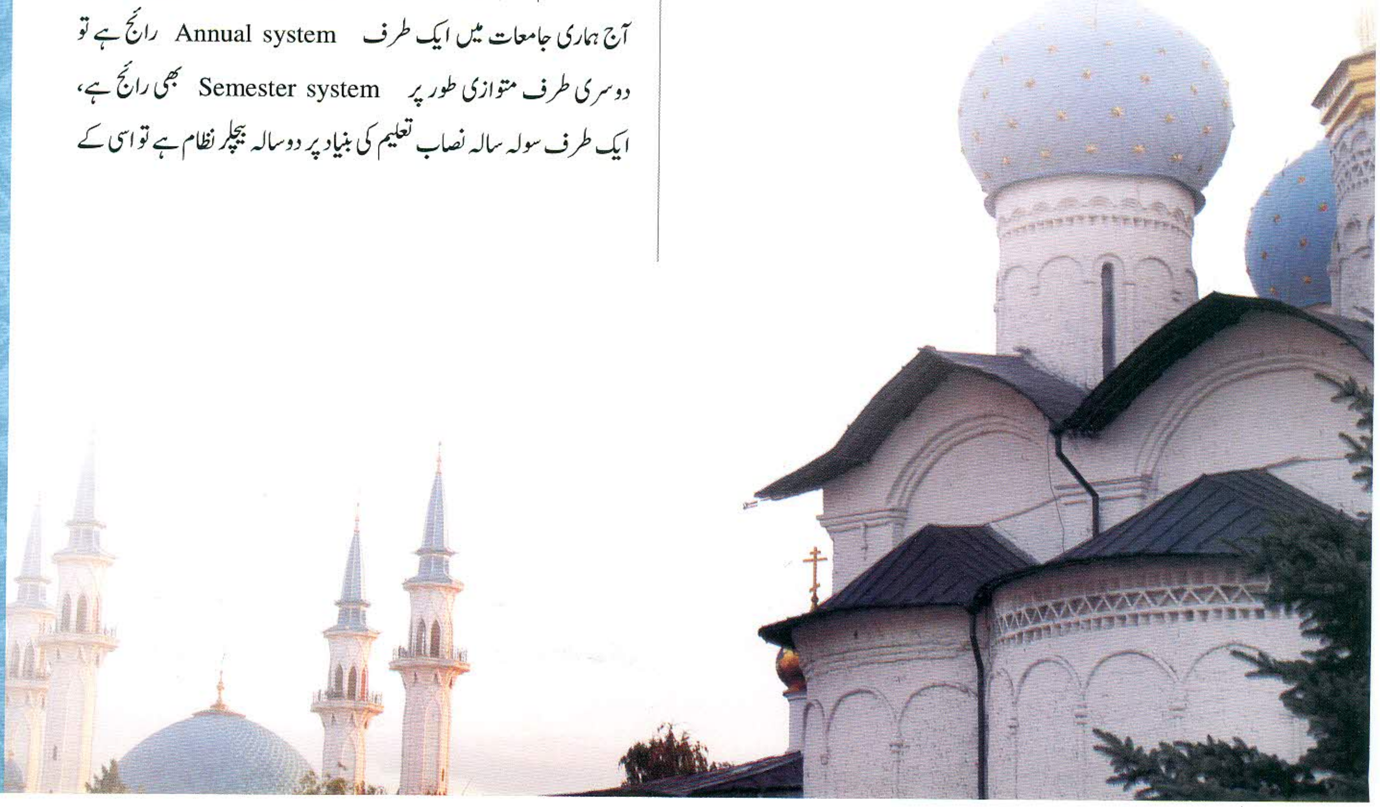

ساتھ اٹھارہ سالہ نصاب تعلیم کی بنیاد پر چار سالہ بیچلر پروگرام بھی ہے۔ نتائج کہیں GPA میں ذکر کئے جاتے ہیں تو کہیں نمبروں میں۔ اساتذہ کی تقرری کے نظام کو لیا جائے تو ایک طرف بی پی ایس نظام ہے تو دوسری طرف ٹی ٹی ایس نظام بھی ساتھ ساتھ چلایا جارہا ہے۔

جہاں تک مدارس کے نظام کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں دستور پاکستان خاموش ہے کہ مدارس کے امور اور ان کے نصاب کی تیاری کی ذمہ داری یا معاونت کس وزارت کے کندھوں پر ڈالی گئی ہے تاہم اب تک مدارس کے بیشتر امور وزارت مذہبی امور دیکھ رہی ہے۔

مدارس دینیہ کے نصاب سازی کے طریق کار پر بات کی جائے تو سب سے پہلے ہمیں نظامِ تعلیم کے عمومی مقاصد کا تعین کرنا ہوگا تاکہ ان مقاصد کی بنیاد پر مذہبی تعلیمی اداروں کی تمام تر سرگرمیوں کا محور متعین ہو جائے، اس کے ساتھ ہی ثانویہ، عالیہ اور عالمیہ مراحل کے اپنے مقاصد تعلیم بھی متعین کرنے ہوں گے اور پھر ان مقاصد کے تحت ان مراحل میں مختلف مضامین کے تدریسی مقاصد تشکیل دے کر ان کے حسب حال تدریسی مواد کا انتخاب کیا جائے گا۔ الٰہیات ومابعد الطبعیات علوم کے ساتھ طبعیات وتدبیر دنیا کے مضامین بھی شامل کئے جائیں گے۔ طلبہ پر نصابی بوجھ کو قابو میں رکھنے کے لیے الاھم فالاھم کی بنیاد پر مضامین کے لیے Credit hours system متعارف کرنا معاون ثابت ہوگا۔ تاہم طلبہ کے رجحانات وطبعی میلانات کے فکری تنوع کو ملحوظِ نظر رکھتے ہوئے مضامین کے انتخاب میں طلبہ کو آزادی دی جائے گی، طلبہ کو مضامین کا حق انتخاب دینے کے نتیجے میں آگے چل کر ہر علم وفن میں ماہر فضلاء سامنے آئیں گے اور قحط الرجال کا سدباب ہوگا۔

یہ تو نصاب سازی کی نظری theoretical بحث ہے، اس کی خارجی تطبیق اور تشکیل نصاب کے لیے قانونی پلیٹ فارم کی ضرورت ہوگی نیز تشکیل کردہ نصاب کی تجرباتی تنفیذ کے لیے Pilot project کے طور پر کچھ اداروں کی ضرورت بھی پیش آئے گی، اس سلسلے میں درج ذیل گزارشات پیش ہیں:

حکومت سے گزارشات:

۱. دینی مدارس کے نظامِ تعلیم کو منظم بنانے، معاصر مقتضیات سے عہدہ براں ہونے، قدیم وجدید کی خلیج کو ممکنہ حد تک پاٹنے کے لیے مشرقی ومغربی پاکستان کے علماء کی طرف سے ۱۹۶۹ء میں حکومتی سطح پر "مدرسہ ایجوکیشن بورڈ" کے قیام کی تجویز سامنے آئی تھی، اور مجوزہ بورڈ کے بنیادی خدوخال بھی علماء نے وضع کئے تھے اور یہ واضح کیا تھا کہ یہ نکات اس قدر اہم ہیں کہ اگر ان کو فراموش کیا گیا تو نہ صرف موجودہ خلیج جوں کی توں برقرار رہے گی بلکہ ملک میں ایک خوفناک نظریاتی خلا پیدا ہو جائے گی۔ بعد ازاں اسی سال مرکزی جمعیتِ علماء اسلام نے بھی اپنی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے قیام کے متعلق علماء کی تجاویز کے حق میں متفقہ قرارداد پیش کی اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ ان تجاویز کے مطابق تعلیمی پالیسی کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ (۲)

علماء کی تجاویز اس قدر معقول تھیں کہ بعد ازاں اسلامی نظریاتی کونسل نے ان تجاویز کو اپنے تعلیمی سفارشات کے مسودہ ۱۹۷۸ء کا باقاعدہ حصہ بنا کر حکومت کو پیش کیا (۳)، صرف یہی نہیں بلکہ آگے چل کر نصاب ونظام تعلیم میں ممکنہ حد تک ہم آہنگی پیدا کرنے کی خاطر ۱۹۸۳ء میں pilot project کے طور پر مثالی (ماڈل) درسگاہوں کے قیام کی قرارداد منظور کر کے حکومت کو ارسال کی (۴)۔ یہاں پر تجویز عرض ہے کہ علماء کی ۱۹۶۹ء کی تجاویز اور اسلامی نظریاتی کونسل کی تعلیمی سفارشات کی روشنی میں اسلامی نظریاتی کونسل کے پلیٹ فارم سے نصاب سازی کا عمل ہو۔

۲. حکومتِ پاکستان نے اعتماد کی فضا پیدا کئے بغیر بد اعتمادی کی فضا میں ۲۰۰۱ء میں ایک صدارتی آرڈیننس کے تحت مدرسہ ایجوکیشن بورڈ قائم کیا لیکن اس کے متعلق قانون سازی میں کسی پلیٹ فارم پر کھلا مباحثہ open discussion نہیں کیا گیا تھا اس لیے پذیرائی ملنے کی بجائے مدارس کی طرف سے اس کی مخالفت سامنے آئی۔ جمہوری حکومتوں کے آنے کے بعد "اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ" کے ساتھ مفاہمت کی پالیسی اپناتے ہوئے اس پر مکالمہ کی ضرورت ہے تاکہ اس کے نتیجے میں یہ آرڈیننس ایک قابلِ قبول اور متوازن قانونی دستاویز (Balanced legislation) بنے اور دینی ودنیوی تعلیم کے نصابی امتزاج وہم آہنگی کا حسین خواب پایہ تکمیل کو پہنچے۔ یہ کام اسی آرڈیننس کی دفعہ ۲۲ (مشکلات کا تدارک) کے تحت بہ سہولت کیا جاسکتا ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل سے گزارشات:

۱. حکومتی سطح پر ۲۰۰۲ء میں مدارس کے نظام ونصاب میں معاصر مقتضیات کے تحت اصلاحات کے لیے جو مدرسہ ایجوکیشن بورڈ اور ماڈل مدارس قائم کئے تھے، ان کے آغاز اور پھر ابتدائی دو سال تک انتظامی امور کی سرپرستی ونگرانی اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین سے لے کر خود شروع کی تو انتظام زوال پذیر ہو گیا چنانچہ محض دو سال بعد ۲۰۰۴ء ہی میں وزارتِ مذہبی امور نے بوجوہ ناکامی کا اعتراف کرتے ہوئے پروگرام کو freeze کر دیا۔ تجویز ہے کہ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کی قانونی خود مختاری کو برقرار رکھنے کے لیے اور پروگرام کو ناکامی سے نکال کر پھر سے کامیابی کی پٹری پر ڈالنے کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل اپنی

نگرانی میں یہ پروگرام لینے کے لیے وزارتِ مذہبی امور سے گفت وشنید کرے تاکہ کسی بھی مجوزہ دینی نصاب کی تجرباتی عملیت اور رواج کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل کو ایک عملی میدان ملے۔

۲. پاکستانی مدارس کے پانچ وفاقوں کے ذمہ داران نے ۲۰۱۰ء اور ۲۰۱۱ء میں مختلف اسلامی ممالک کے دینی نظام ہائے تعلیم کے عملی مشاہدہ کے لیے جو مشترکہ دورے کئے تھے، ان تجربات کی روشنی میں نصاب سازی کے طریقے پر غور ہو۔ نیز ان دوروں کے مشاہدات، ترکی کے مذہبی امور کے شعبہ دیانت کے امام حاطب مدارس کا نظام، بنگلہ دیش کے مدرسہ ایجوکیشن بورڈ اور ان سب کے ساتھ ہی مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے تیار کردہ نصاب کو سامنے رکھ کر پاکستانی مدارس کے لیے ایک مشترکہ نصاب کا working paper وفاقوں کے نمائندہ حضرات کے اسلامی ممالک کے ان تعلیمی دوروں کا انتظام کرنے والے بھی خواہوں کی خواہش پر تیار کیا گیا ہے، اسے اسلامی نظریاتی کونسل کے پلیٹ فارم پر زیرِ بحث لانے پر غور ہو۔

۳. عصری ودینی نصابات پر مشتمل ایک ساتھ تعلیم کا نظام جو ادارے چلا رہے ہیں ان کے عملی تجربات پر بھی مباحثہ ہو تاکہ ان کے تجربات سے استفادہ کرتے ہوئے مدارس کے لیے نصاب سازی پر غور ہو۔ اس سلسلے میں بطور مثال جامعۃ الرشید (کراچی)، منہاج القرآن ایجوکیشن سسٹم، دارالعلوم محمدیہ غوثیہ (بھیرہ) اور ادارہ علوم اسلامیہ (اسلام آباد) کے نام پیش کیے جاسکتے ہیں۔ اہل حدیث مکتبہ فکر کا ''جامعہ لاہور الاسلامیہ'' حالیہ خوشگوار تجربہ ہے جہاں نہ صرف وفاق المدارس السلفیہ کا نصاب پڑھایا جاتا ہے بلکہ سرگودھا یونیورسٹی کے ساتھ اس کا الحاق ہے اور بی ایس اور ایم فِل اسلامک اسٹڈیز سطح تک تدریس وتحقیق کا کامیاب سلسلہ جاری ہے، اگر مسلکی اختلافات کو آڑے نہ لایا جائے تو نصاب سازی کے جدید رجحانات میں ان مدارس کے تجربات سے باہمی استفادہ کے کافی امکانات ہیں۔

۴. گزشتہ عشرہ خصوصاً ۹/۱۱ کے بعد مغربی یلغار کے نتیجے میں مدارس کے نصاب پر گفتگو کے سلسلے میں اربابِ مدارس شاعر حکمت زہیر کے ایک شعر کے اس مصرعے ومن یغترب یحسب عدوا صدیقہ (اگر صدیقۃ کو یحسب کا مفعول اول قرار دیا جائے) کے مصداق بڑی حد تک خدشات اور تحفظات کا شکار رہے ہیں۔ اس پس منظر میں اگر اسلامی نظریاتی کونسل اربابِ مدارس میں اعتمادِ کلی کی فضا بنانے میں اپنا کردار ادا کرے تو نہ صرف نصاب سازی پر کوئی عملی پیش رفت ممکن ہو سکے گی بلکہ اس سے آگے بڑھ کر کئی معاملات میں اقدام کے امکانات بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔

حوالہ جات

۱- ہمارا تعلیمی نظام: محمد تقی عثمانی، مکتبہ دارالعلوم کراچی، ۲۰۰۲ء، ص: ۷۸

۲- علماء کے مجوزہ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے خدوخال، مشرقی اور مغربی پاکستان کے متعلقہ علماء کرام کے ناموں کی فہرست اور مرکزی جمعیت علماء اسلام کی قرارداد متن کے سلسلے میں تفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں: ماہنامہ البلاغ، مدیر: محمد تقی عثمانی، شمارہ جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ بمطابق اگست ۱۹۶۹ء نیز شمارہ رجب المرجب ۱۳۸۹ھ بمطابق اکتوبر ۱۹۶۹ء؛ تعلیمی تجاویز پر تبصرہ (علمائے دین اور جدید ماہرین تعلیم کی متفقہ تجاویز) دارالعلوم کراچی ومدرسہ عربیہ نیو ٹاؤن، اگست ۱۹۶۹ء، ص: ۱۳-۱۴؛ ہمارا تعلیمی نظام ص: ۲۹، ۳۰، ۳۵اور ۳۶

۳- تعلیمی سفارشات (۱۹۹۳-۱۹۶۲ء)، اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد، فروری ۱۹۹۳ء، پرنٹنگ پریس آف پاکستان، ص: ۱۹ تا۲۵

۴- ایضاً، ص: ۴۳